OPEN ACCESS
Al-Qamar
ISSN (Online): 2664-4398
ISSN (Print): 2664-438X
www.alqamarjournal.com

قدیم بلوچی شاعری میں تنقید کی روایت

Tradition of Criticism in Classical Balochi Poetry

Muhammad Saleem
SST (General) Govt. Model Boys Hight School, Turbat, Balochistan
Abdul Raziq
Lecturer, Department of Pakistani Languages, NUML, Islamabad
Dr. A.R Daad
Assistant Professor, Department of Balochi, University of Balochistan, Quetta

Abstract

This research paper surrounds the tradition of criticism in Balochi Classic Poetry which, according to the research scholars, begins in the mid of fifteenth century (Era of Meer Chakar Rind the Great) and comes to an end in the first two decades of the twentieth century. As the Balochi classic poetry is in oral tradition, that is why its many prominent components are missing and many of the poets are unknown, except a few as Shay Kallaan, Shay Essa, Shay Sholaan, Beebagar Rind and Shay Mureed. However, as many pieces of poetry so far have been discovered through the Pahlwan (Minstrels) who sang these songs in their musical gatherings and later on, they were recorded and brought in written shape. By studying these pieces of poetry, one can sense that the Baloch poets had the sense of criticism by the time they created their poetry. They knew the art and poetics of poetry, and they used the literary devices in their creations, such as metaphors, similes, symbols, and many others. The second period of Balochi Classic Poetry, Abid known as Mullahi Era, actually is the

CC BY

connectivity of the first era. In other words, there are some similarities and some differences between two of the era's poetry in terms of subjects, techniques, diction, and style. In this era, particularly, Jam Durruk, Mast Toakali, Mullah Fazul and Rahm Ali Mari are the notable poets who seem to be influenced by their classical poetry. But on the other hand, they have maintained their individuality and unique style as their recognition.

Key Words: Tradition, Decade, Era, Minstrel, Oral, Criticism, Metaphor, Simile, Symbol, Intertextuality, Creation, Recognition

تمہید

قدیم بلوچی شاعری(چاکری دور) جو ہم تک پہنچی ہے وہ مکمل طور پر کرداری شاعری ہے۔یہاں شاعروں کی پہچان نہیں ہے اور کردار شاعر کے طور پر اپنا اظہار کر رہے ہیں۔یہاں تک کہ اشعار بھی پوری طرح ہم تک نہیں پہنچی ہیں۔نظموں(عہدی اور نیم عہدی) کی ایک بڑی تعداد وقت کے غبارے تلے ہمیشہ کے لیے دب چکی ہے۔ ہر محقق نے اپنی تحقیق کی ہے،بعض نے کم و بیش نظمیں پیش ہیں، اور بعض نے بے ترتیبی سے پیش کیے ہیں۔ کئی اشعار دوسرے علاقوں کے دوسرے شعرا سے منسوب کیے گئے ہیں لیکن ان تمام کمزوریوں کے باوجود ہمیں قدیم بلوچی شاعری کا ایسا خزانہ مل گیا ہے جس کے تحت ہم قدیم بلوچی شاعری کی شعریات کو بیان کر سکتے ہیں۔ان اشعار کی بدولت ہم کہہ سکتے ہیں کہ اُس زمانے میں شعر لکھنے کی روایت کیا تھی، بلوچ شعراء کے ہاں شاعری کا مطلب کیا تھا، شعر لکھنے کے کیا اصول اور تقاضے کیا تھے۔ان تمام سوالات کے جوابات قدیم بلوچی شاعری میں ملتے ہیں اور ان اشعار سے ہم قدیم بلوچی شاعری میں تنقید کی روایت کا پتہ لگا سکتے ہیں۔

بلوچی کلاسیکی شاعری میں تنقید

تنقید کا رنگ ہر اُس معاشرہ میں ہوگا جہاں تخلیق کاری کا فن موجود ہو، کیونکہ تنقید کا رشتہ تخلیق سے ہے۔ ظاہر ہے کہ اگر کوئی شخص کہانی یا نظم تخلیق کرتا ہے تو وہ تخلیق کے فن سے آشنا ضرور ہوگا۔وہ یہ جاننے کی صلاحیت رکھتا ہو گا کہ کہانی یا نظم کیسے لکھنی ہے، کسی فن پارے کو کیسے تخلیق کرنا ہے۔تخلیقی الفاظ اور جملوں کا انتخاب ،اچھے اور برے کی تمیز، زبان و بیان کی ترجمانی یا دیگر اونچ نیچ کو درست کرناہی تنقید ہے جو تخلیق کو خوبصورت بنا دیتی ہے۔ تنقید تخلیق کو تراشتی ہے اور اس کی خامیوں اور نقائص کو تلاش کرتی ہے۔"یہ بات بھی تسلیم شدہ ہے کہ فنونِ لطیفہ اور شاعری تنقید سے زیادہ قدیم ہے۔لیکن یہ تنقید فنون لطیفہ اور شاعری کے وجود میں آتے ہی خود بخود پیدا ہوجاتی ہے۔جب کوئی چیز وجود میں آتی ہے تو ایک معیار بھی اسے جانچنے اور پرکھنے کے لیے اسی کے ساتھ پیدا ہوتا ہے۔۔۔کسی زبان میں اچھا خاصہ معتدبہ ادب فروغ پاجاتاہے تبھی اس کی چھان پھٹک ہوتی ہے

اور اسکے حسن و قبح کو دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے۔غرض ادب پہلے وجود آتا ہے پھر ادبی کارناموں سے تنقید نگار اصول فن اخذ کرتا ہے۔"1 چونکہ بلوچی ادب کا آغاز قدیم بلوچی شاعری سے ہوا، اس لیے ہمیں قدیم بلوچی شاعری میں بلوچی تنقید کے آثار اور نمونے ملتے ہیں، جو بلوچی ادب کی بنیاد ہیں۔اور اس دور کی شاعری میں مختلف قسم کے موضوعات پائے جاتے ہیں۔"چاکری دور میں انسان دوستی، جنگ و جدل، میار جلّی اور پناہ دینے کو ایک جیسا دیکھا جاتا ہے، جو لوگ ان روایات پر عمل نہیں کرتے انہیں بلوچ نہیں سمجھا جاتا، پھر وہاں بے بنیاد اور فضول شاعری کی تعریف کیسے کی جاتی ہے؟یہ سب چیزوں نے یہ مثال سامنے لائی ہے کہ بلوچ معاشرے میں شعروشاعری، مضبوط اور کمزور شاعر اور شاعری کا ایک تصور ضرور موجود رہا ہوگا۔اگر ایسا نہ ہوتا تو بعض شعراء کو عظیم شاعر اور بعض کو عظیم شعراء کا درجہ اور اہمیت کیوں نہیں دی گئی ہے۔"2ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم بلوچی شاعری میں بڑے اور چھوٹے اشعار یا شاعروں کی شناخت کے لیے ایک تنقیدی پیمانہ ضرور ہوتا تھا، جس کے مطابق وہ اپنے بڑے شاعروں اور اچھی اشعار کو تولتے تھے۔ اگر نہیں تو ایک وقت میں ہزاروں شاعر تھے۔ لیکن ان چند شعراء میں سے جو بڑے شاعر سمجھے جاتے ہیں، ان کی نظمیں کلاسیک کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ دوسرے شعراء اور ان کی نظمیں بالکل گمنام اور غائب ہو چکی ہیں۔قدیم بلوچی شاعری دو بڑے موضوعات کے گرد گھومتی ہے، ایک عشقیہ اور دوسرا رزمیہ۔یہ دونوں موضوعات ایسے جڑے ہوئے ہیں جیسے دو دریا ایک ساتھ بہتے ہیں۔شاعروں نے جہاں بھی واقعہ نگاری یا گہرے جذبات کا اظہار کیا ہے وہاں شاعری اپنی فنی صلاحیت اور قوت کھو چکی ہے۔لیکن بعض مقامات پر ان کے جذبات کا اظہار شاعری کے فنی لوازمات تک پہنچ گیا ہے۔ وہاں استعارے اور تشبیہات، علامتوں اور رمز و کنایہ کا استعمال بخوبی کیا گیا ہے جو جنگی حالات کے باوجود بھی قاری کو حظ بخشتا ہے:

چاکر تو رودانی سری سول ئے	ترجمہ: چاکر سرو کا ایسا درخت ہے
ماں بُن ءَ ھشک ءُ ماں سر ءَ ترّئے	جس کا تنا خشک ہے لیکن اوپر کی شاخیں سرسبز ہیں
شاہ یے تئ ھند ءُ شاہ یے تئ سندھ ات	اس کی ایک شاخ ہند اور دوسری سندھ میں تھی
(تئ) چیرگ ءَ دیوان ءُ مراگاہ ات	تمہارے زیر سایہ مجلسیں اور محفلیں جمتے تھے
ترا بُرّ ات منی پولاتیں تپر زین ءَ	مگر چاکر! میری فولادی کلہاڑی نے اب تمھیں کاٹ کر پھینک دیا ہے
کپتگ ئے گورپاندءُ نگور دیم ءَ	تم اب زمین پر سینے کے بل پڑے ہو
ھار ترا بارت نے باد تیلین ایت	اب نہ آپ کو ہوا ہلا سکتی ہے اور نہ ہی سیلاب بہالے جاسکتا ہے 3

جنگی موضوع کے لحاظ سے بالاچ بیرگیر کی نظمیں فنی اعتبار سے مضبوط معلوم ہوتی ہیں،جہاں شعری صنعتوں کا استعمال جیسے استعارہ، تشبیہ اور رمز و کنایہ کا استعمال بخوبی کیا گیاہے۔بالاچ کی شاعری میں اگرچہ واقعہ سازی زیادہ ہے لیکن اسکے باوجود بھی ان کی فنکاری نظر آتی ہے۔ ان کی شاعری کو تنقید کے ترازو میں تولا جائے تو یہ بعض کمزوریوں کے باوجود معتبر اور مضبوط شاعری ہوگی۔

دستوں براشلیں خنجرءَ برتاں	میں نے پہلے اپنے نوکیلے خنجر پر ہاتھ رکھا

کار نہ انت شلیں خنجرءُ ھوت ءِ	پھر خیال آیا کہ خنجر اس بہادر پر کارگر نہ ہو گا
دستوں پر اپولاتیں تپر زینءَ	پھر میں نے اپنا فولادی کلہاڑا اٹھایا
کارنہ انت پولاتیں تپر زینءِ	نہیں! یہاں تک کہ فولادی کلہاڑی بھی کام کی نہیں ہے
دستوں پر امورتیں کیسگءَ برتاں	اب میں نے کالے تھیلے میں ہاتھ ڈالا
کشّتاں سوھان داتگیں تیرے	اور تیز کیے ہوئے خدنگوں میں سے ایک تیر نکالا
بُرز پما جوزوارءِ دپ ءَ داتاں	پھر اسے میں نے کمان پر چڑھا دیا
پاندی گوں گوئرپاندءَ اڑائینتاں	میں کمان کو اپنی چھاتی کے قریب لایا
زور پمار استیں پنجگءَ داتاں	دائیں ہاتھ سے زور دے کر میں نے اسے کھینچا
دُرھلگ ءَ سیوائی کمان رپتگ	دہک سے سیوائی کمان چوٹی
سر برءَ لہیپءَ گوں منجوءَ شپتگ	تیر اوپر کی رضائی کو چارپائی کے
چیر پما سچکانیں تگرد سُپتگ	ساتھ چھید تا ہوا
جہل زمین ءَ چو نیزگءَ نشت	نیچے (فرش پر) سچکان کی چٹائی سے گزر کر نیزے کی طرح زمین پر گڑھ گیا
ہون ئے چہ پنانی دپءَ کاتکنت	خون اس کے ہونٹوں سے اُبل کر
چہ بروتان ءُ بُرنگنیں ریشاں	اس کی گھنی داڑھی اور مونچھوں پر سے بہنے لگے 4

بالاچ کی شاعری اپنے ہم عصروں سے زیادہ مبہم اور مضبوط ہے۔ یہاں یہ دیکھا جاسکتا ہے کہ اچھی شاعری لکھنے اور اچھی اور کمزور شاعری میں فرق کرنے کی روایت بلوچ عوام میں ضرور پائی جاتی ہے۔ اگر نہیں تو پھر یہ نظریہ سامنے ہی نہیں آتا کہ کون بڑا شاعر ہے اور کون چھوٹا۔ قدیم بلوچی شاعری میں عشقیہ نظمیں جنگی نظموں سے زیادہ مبہم اور فنی اعتبار سے مضبوط ہیں۔ یہاں یہ نظریہ سامنے آتا ہے کہ شعر لکھنے کے لیے موضوع کا چھوٹا یا بڑا ہونا ضروری نہیں، بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ نظم کیسے لکھی گئی ہے۔ کیا یہ فنی اور جمالیاتی حساب سے مالامال ہے؟ فن کی یہ جمالیات حانی اور شے مُرید کی شاعری کی خاصا ہے۔ چند اشعار ملاحظہ ہو جن میں استعارات اور تشبیہات کو خوبصورتی سے بیان کیا گیا ہے۔

آناہ کہ گُومزاں وارتگ انت	کھجور کے وہ دانے جنھیں بھڑ کھا چکے ہوں
پاتاں کہ ڈن ءَ کپتگ انت	خالی مزری اوزار بن کر بے کار پڑے ہیں
آزال کہ مرداں گپتگ انت	وہ عورت جنھوں نے مرد سے شادی رچائی
چیر چادراں کنزینتگ انت	صحبت کے عمل سے گزر چکے ہیں
دست ءُ گلائیش بوتگ انت	ایک دوسرے کی بانہوں میں رہے ہیں
نرمیں گُوراش مُوڑینتگ انت	جن کی نرم چھاتیوں کو مروڑ دیا گیا ہے
گور چہ گڑاں شورینتگ انت	اور مردوں سے ہم زان رہی ہیں
بچ ءُ جنک اش آرتگ انت	انہوں نے بچے جنے ہیں 5

قدیم بلوچی شاعری میں تنقید کی ایک جھلک بیبگر رند کی شاعری میں دیکھی جا سکتی ہے جنہوں نے اپنی شاعری میں اپنا تنقیدی نظریہ پیش کیا ہے:

شعر وہی کہ سکتے ہیں
جو جنگ میں آگے آگے ہوتے ہیں

بلوچی زبان کے مشہور نقاد ڈاکٹر اے آر داد اس شعر کی تشریح کچھ یوں کرتے ہیں؛"اگر ہم اس نظم کی تشریح شروع کریں تو نظم کی تنقید سے بہت سے خیالات سامنے آئیں گے۔ سب سے پہلے یہاں نفسیاتی فکر کی جھلک نظر آئے گی۔ یعنی شعر وہی کہہ سکتی ہے جس پر گزری ہو۔ اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ شاعری ایک داخلی اظہار ہے، خودی کے اظہار کا نام ہے۔ چونکہ اگر ہم اس نظم کے بارے میں اس وقت کے بلوچ سماج اور زندگی کو مد نظر رکھتے ہوئے بات کریں تو نظم اپنے یہ معنی دیتی ہے کہ شعر ایک افورزم، ایک زبان (یعنی دی گئی زبان یا قول) ہے۔ یعنی شاعری ایک کمٹمنٹ ہے۔ دوسری طرف اس نظم میں عمرانی تنقید بھی نظر آتی ہے۔"6 یہ نظم ایک باطنی اظہار ہے جو ظاہر کرتی ہے کہ شاعر کے ساتھ کیا ہوا ہے۔ یہاں ایک طرف شاعری ذاتی تجربے اور اندرونی مسائل کا اظہار ہے تو دوسری طرف شاعری ایک قومی ذمہ داری بھی ہے۔ یعنی شاعری ایک خارجی یا داخلی اظہار ہے۔ دونوں صورتوں میں شاعری کا ایک اصول اور نظریہ یہاں ضرور نظر آتا ہے۔ اس نظریے سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم شاعری میں بلوچوں میں شعر لکھنے کے کیا اصول و ضوابط اور تقاضے تھے۔ ادب ہر معاشرے میں موجود ہوتا ہے۔ جب کسی معاشرے میں ادب ہوگا تو شاعری لکھنے کے تنقیدی اصول بھی ہوں گے۔ معاشرے میں ہر فرد کا مقام و مرتبہ متعین ہوتا ہے، یعنی ہر شخص کا ایک مقام، اس کی اپنی حیثیت اور کارکردگی ہوتی ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ زمانہ قدیم میں بلوچوں کے ہاں تخلیق کار کا مقام و مرتبہ بلند ہوا ہے، جیسا کہ جب میر گوہرام میر چاکر کو جواب دیتے ہیں تو شاعر کو ایک الگ مقام و مرتبہ دیتے ہوئے کہتے ہیں:

تئ جاڑو پہ دوگ ءِپنڈگ ءَ شر انت	چھاچھ مانگنا جاڑو کو زیب دیتا ہے
اینزک ءَ ریحانِ حسن منت ایت	حسن کا بیٹا ریحان اس کے لئیے دودھ بلوئے
نیمگ ءَ جونگو بیارایت پہ میر ءَ	اب میر کے لیے جونگو مکھن لے آئے
میر وتی ھلک ءِ بہتریں کاڈ انت	میر اپنے گاؤں کے بہتریں دوشیزہ ہے
اِشتگ من بیبگر کہ پہ جنت شیئرَ ءَ	میں نے بیبگر اشعار الا اپنے کے لیے چھوڑ رکھا ہے
زیمر اس لانگائی پہ گردین ایت	موسیقی کے لیے لانگائی کافی ہے 7

مندرجہ بالا شعر میں ہر ایک کا مقام و مرتبہ بیان کیا گیا ہے کہ دودھ بلونا کس کا کام ہوتا ہے اور شعر کہنا کس کا کام۔۔۔ دوسرے لفظوں میں، بلوچوں میں اُس دور میں شاعر کی حیثیت سب سے زیادہ تھی، اس کا بہت احترام کیا جاتا تھا اور شاعری کے اصول و ضوابط متعین تھے۔ قدیم بلوچی شاعری میں تنقید کی دیگر اقسام کے علاوہ سماجی تنقید کا نظریہ بھی واضح طور پر نظر آتا ہے، لیکن بلوچ نقادوں نے قدیم بلوچی شاعری کی شعریات کی اچھی طرح تشریح نہیں کی ہے، حالانکہ یہ نظریہ قدیم بلوچی شاعری میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ شاعری ایک فن ہے۔ قدیم بلوچی شاعری کے اشعار نہ

صرف بیانیہ اور فن کے اعتبار سے مضبوط ہیں، بلکہ زبان و بیان، تشبیہ و استعارہ، فنی اور جدت کے استعمال اور شاعری کی داخلی و خارجی ضرورتوں پر بھی خوب توجہ دی گئی ہے۔ ''اُس زمانے میں شاعری ایک منتخب فن رہا ہے، یہ نہ صرف جذبات و احساسات کا اظہار تھا بلکہ یہ زبان، تشبیہات اور استعاروں کا بہترین اظہار بھی تھا، رزمیہ اور عشقیہ دونوں موضوعات میں پیکر تراشی کی مہارت نظر آتی ہے۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ شاعری صرف تاریخ اور واقعات کا سرنامہ نہیں تھی۔''6 مرید کی عشقیہ شاعری ہو یا بالاچ گورگیج کی جنگی شاعری، واقعات اور جذبات کے اظہار کے علاوہ ان میں شعری محاسن کا رنگ صاف نظر آتا ہے۔ سراپہ سازی، علامتوں اور اشارے، رمز و کنایہ اور دیگر صنعتوں کے استعمال سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم بلوچی شاعری میں شعر کے فن کی روایت ضرور رہی ہو گی۔

بلوچی نیم عہدی شاعری میں تنقید

قدیم بلوچی شاعری کا دوسرا دور جسے نیم عہدی یا ملائی دور کے نام سے جانا جاتا ہے، دراصل پہلے دور کا تسلسل ہے، جس کی جڑیں قدیم بلوچی شاعری میں ہیں۔ چند تفریق کے علاوہ اِس دور کی شاعری تکنیک اور اصول کے لحاظ سے پہلے دور کی شاعری کے بہت قریب ہے۔ جیسے واقعات کا بیان، نظموں کا حجم، ردیف و قافیہ کی پابندی (قدیم بلوچی شاعری کی طرح بہت سی جگہوں پر ردیو و قافیہ کی کوئی پابندی نہیں ہے) اور دیگر مماثلتوں کی وجہ سے ہم دوسرے دور کی شاعری کو پہلے دور کی کڑی کہہ سکتے ہیں؛''انیسویں صدی کی قدیم شاعری جس کو میں نے نشاۃ ثانیہ کا نام دیا ہے اپنی اپنی سابقہ مربوط اور غیر منقطع شاعری سے کوئی مختلف نہیں ہے۔یعنی وہی اوزان کی پابندی ، وہی لمبی لمبی نظمیں اور وہی قافیہ بندی ہے۔''8 جام درک کو دوسرے دور کا سرخیل شاعر مانا جاتا ہے۔ جام درک کی شاعری موضوعات، تخیل، تکنیک اور ہئیت کے لحاظ سے قدیم بلوچی شاعری کے پہلے دور کی شاعری سے کچھ مختلف ہے۔ لیکن پھر بھی قدیم شاعری کا اثر ان کی شاعری پر پڑا ہے۔ یعنی جام درک قدیم بلوچی شاعری کے پہلے دور کے تسلسل اور روایت سے دور نہیں ہے۔ یہاں روایت کا یہ مطلب نہیں کہ جام درک قدما پسند ہیں یا جو کچھ بھی پہلے شاعروں نے لکھا ہے وہ ان کی پیروی کر رہا ہے بلکہ اس نے اُن کے نظریات اور خیالات کو ایک نئی شکل میں ڈھال کر نئے انداز میں پیش کیا ہے۔ روایت کی یہ فکر دراصل ٹی ایس ایلیٹ کے خیال سے ماخوذ ہے کہ روایت سے مراد قدما کی کہی ہوئی باتوں کا نقل نہیں ہے بلکہ روایات کو نئے انداز میں بیان کر کے سامنے لے آنے کا نام ہے۔ ''ایلیٹ کی رائے یہ ہے کہ اگر ہم کسی شاعر کے کلام کا جائزہ لیں تو معلوم ہو گا کہ اس کے کلام کا وہ حصہ سب سے بہتر اور سب سے منفرد ہو گا جس میں سابقین اور ماضی کے عظیم شعرانے لافانیت کو بھرپور طور پر جتایا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایلیٹ کے اس خیال کے پیش نظر سابقین کی لافانیت کو سمجھنے کے لیے ہم میں روایت کا شعور لازم ہے۔ تاہم ایلیٹ روایت کے شعور کو پچھلے شعرا کی نقالی مکھی پر مکھی مارنے کے مترادف نہیں سمجھتا۔''9 اس نظریے کے تحت جام درک کی شاعری پر نظر ڈالی جائے تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انھوں نے اپنی قدیم شاعری سے مضمون آفرینی میں بھی طبع آزمائی کی ہے اور بین المتنیت (Intertexual) کے تجربے سے بھی استفادہ کیا ہے لیکن اپنی انفرادیت کو بھی برقرار رکھا ہے۔ جام درک کا شعر ہے؛

عیناں چہ بازیں فُرکتاں　　　　آنکھوں میں فرقت کے درد لیے

موجیں دل ءَ را بستگاں — اور دل کے دامن میں باندھ لیے ہیں
موجیں دل ءَ گُرنچ وار تگاں — دل میں ایسے باندھ لیے ہیں کہ
اَچ گیشنگ ءِ حدّ ءَ نیاں — کسی بھی طرح اب نہیں کھلنے والے
پہر گوں فراکاں پیتگاں — ہر لمحہ فرقت میں گزری ہے
ہجر ءِ گُل ءِ گمیں گماں — اور محبوبہ کی ہجر کی غم ناز ک میں10

دلگمیں گم "کی ترکیب اس سے پہلے شے مرید کی شاعری میں نظر آتی ہے۔ جام درک نے اس ترکیب کو توڑ کر ایک نئے انداز میں سامنے لایاہے جو بین المتنیت یا مضمون آفرینی کا بہترین تجربہ ہے۔ جام درک کی شاعری میں ایسی بہت سی مثالیں ہیں جو قدیم شاعروں سے لی گئی ہیں۔ ادب میں بین المتنیت کے تجربے کو چوری نہیں کہا جاتا بلکہ یہ کسی بات کو نئے انداز میں کہنے کا نام ہے لیکن شرط یہ ہے کہ اُس خیال کو پہلے سے بہتر کہا جائے اور اپنی انفرادیت کو بھی برقرار رکھا جائے۔ بین المتنیت کے نظریہ کے مطابق کوئی بھی چیز خالص (Oragional) اور شفاف نہیں ہو سکتی۔ بلکہ ہر تخلیق کار اپنے سے پہلے تخلیق کاروں کے اثرات کو قبول کر کے اپنے تخلیقی رنگ کو جلا بخشتا ہے، ہر موجودہ متن ایک سابقہ متن سے آتا ہے جو کسی نے پہلے کہہ چکا ہوتا ہے۔ "اس (بین المتنیت) کا مطلب یہ ہے کہ کوئی بھی شاعر یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ جو کچھ وہ کہہ رہا ہے وہ پہلے نہیں کہا گیا ہے یا یہ کہ لوگ جو کہتے ہیں ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ لفظ یا خیال ہزاروں بار کہا گیا ہو گا۔ تمام خیالات اور مفاہیم ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہوتے ہیں۔" 11 جام درک نے خود اعتراف کیا ہے کہ اس نے قدیم بلوچی شاعری سے اثر لیا ہے۔ لیکن اس نے اپنے لیے ایک الگ مقام بھی قائم کر لیا ہے۔ ان کے مطابق لفظ کا خیال زیادہ الفاظ کا استعمال نہیں بلکہ الفاظ کی مدد سے تخیل اور منظر نگاری کرنا ہے، امیج اور خیال کا سامنے لانا ہے۔

گالوں گشتگاں — اشعار کہہ دیئے ہیں
لالوں رُپتگاں — یاقوت سمیٹ لیے ہیں
درّوں سُپتگاں — موتی پرو لیے ہیں12

یہاں "لال، در، گوہر اور مروارد" صرف الفاظ کے طور پر ہی استعمال نہیں کیے گئے ہیں، بلکہ واضح رنگ اور منظر کشی کی گئی ہے، تشبیہات اور استعارے استعمال کیے گئے ہیں۔ وہ محض الفاظ کو بیان کرنے کے بجائے تشبیہات اور استعارے استعمال کرتا ہے۔ ویسے تو شاعری تشبیہات اور استعاروں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ یہی وہ استعارے اور تشبیہے ہیں جو بعد میں امیج بن جاتے ہیں۔ شاعری میں منظر نگاری کا اپنا ایک مقام ہے جو قاری کے احساسات و جذبات کو بیدار کرتا ہے اور اس کے پانچوں حواس کو چھوتا ہے۔ اس بارے میں لانجائنس رقمطراز ہیں؛تم نے غور کیا ہو گا کہ مقرر کے لیے امیجری کے کچھ اور معنی ہیں اور شاعر کے لیے اس کے کچھ اور معنی ہیں۔ یعنی شاعری میں اس کا مقصد احساسات کو متاثر کرنا ہوتا ہے اور تقریر میں اپنے بیان کی واضح تصویر پیش کرنا ہوتا ہے۔13 جام درک کی شاعری پڑھتے ہوئے قاری کو محسوس ہوتا ہے کہ ان کے شعر لکھنے کے کچھ اصول اور آداب ہیں۔ وہ انہیں اپنے اصولوں کے ذریعے شعر کہنے کے فن کے لیے استعمال کیا کر رہا ہے، اس دور کے دوسرے شعراء کے مقابلے جام درک کی زبان و بیان بالکل منفرد ہے۔ یہ انفرادیت دراصل ان کے فن کی

خوبصورتی اور شاعرانہ جمالیات کی وجہ سے ہے۔ ام درک کے ان دو اشعار میں فن پر جو زور دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ فن کے فوائد کے بجائے جمالیات کی بات کر رہے ہیں۔ یہ جمالیات ان کی پوری شاعری میں عیاں ہے۔ وہ دوسرے دور کے پہلے شاعر ہیں جن کے پاس نصیحت اور بیان بازی کے بجائے استعارے کا رنگ زیادہ نظر آتا ہے۔"14 بلوچی شاعری کے دوسرے دور کا ایک شاعر مست توکلی ہے جسے کچھ لوگ صوفی شاعر کے نام سے یاد کرتے ہیں اور کچھ لوگ انہیں دیوانہ شاعر کہتے ہیں۔ لیکن اگر سچائی کی بات کی جائے تو ان کی شاعری میں معاشرے کے ہر موضوع پر اشعار موجود ہیں۔ یہ ان کی شاعری کی خوبی ہے جس نے ان کی شاعری میں رنگ برنگے پھول سجائے ہیں۔

مست توکلی کی شاعری میں عمرانی تنقید کے ساتھ دوسرے نظریات اور رجحانات بھی نظر آتے ہیں۔ وہ شاعری کو افلاطون کی طرح ایک الہامی طاقت سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک شاعری وہ لوگ کر سکتے ہیں جنہیں خدا نے شعر لکھنے کی صلاحیت اور طاقت عطا کی ہو۔ مست توکلی کا یہ نظریہ افلاطون کے اس نظریہ کے قریب ہے جو کہتا ہے کہ جب تک شاعری کی دیوی شاعر پر مہربان نہ ہو وہ شعر نہیں لکھ سکتا۔ یعنی شاعری اس کے اپنے ہاتھ کا ہنر نہیں بلکہ ایک الہامی کیفیت ہے جو شاعر پر وجدان کی حالت میں آشکار ہوتی ہے۔ یہ نظریہ دراصل افلاطون سے پہلے یونانی ادب میں موجود تھا۔ "افلاطون سے پہلے بھی یہ بات تسلیم کی جاتی تھی کہ شاعروں کی پشت پر کسی دیوتا، دیوی یا مافوق الفطرت شے کا ہاتھ ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ عام آدمی کا کام نہیں۔ پھر وہ اس جنون کے لیے وجدان اور دیوانگی، پاگل پن جیسی دو انتہاؤں کی بات کرتا ہے۔"15 تنقید کا یہ نظریہ دنیا کے بیشتر ادبیات میں موجود ہے کہ شاعری ایک الہامی یا روحانی کیفیت ہے۔ جس وقت تخلیق کار کوئی شعر تخلیق کر رہا ہوتا ہے وہ لاشعوری کیفیت سے دوچار ہوتا ہے۔ لیکن ٹی ایس ایلیٹ اور کچھ دوسرے نقادوں کا خیال ہے کہ شاعری ایک شعوری عمل اور انسانی ہاتھ کا ہنر ہے۔ یہ سب اس بات پر متفق ہیں کہ شاعری خدا کی عطا کردہ صلاحیت ہے لیکن شاعری کو اپنی صلاحیت اور علم یا فن کی مدد سے شعوری طور پر بہتر بنایا جا سکتا ہے۔

"ایلیٹ رومانوی دور کا نقاد ہے جس نے تخلیق کی خداداد صلاحیت کا انکار کیا، بلکہ اس نے کہا کہ تخلیق ایک شعوری عمل اور کوشش ہے، بہترین تخلیق بہت محنت، ریاضی اور تحقیق کے بعد عمل میں لائی جا سکتی ہے۔"16 مست توکلی قدیم بلوچی شاعری کے شاعروں خصوصاً جام درک سے بہت متاثر ہوا ہے۔ وہ قدیم شعراء کو اپنا رہنما سمجھتا ضرور ہے لیکن اپنی انفرادیت کو بھی برقرار رکھتا ہے۔ وہ دوسرے شعراء کی شاعری کے خیالات تو لیتا ہے مگر ان کا نقل نہیں کرتا، لیکن وہ ان میں اپنا حصہ ضرور شامل کرتا ہے:

برکتی دیوان چاکر ءَ میرین ءَ کُھتاں	بابرکت دیوان میر چاکر کیا کرتے تھے
شیر ہوانہاں کہ تنگریں بیورغ ءَ جھتاں	اشعار وہ تھے جو سخی بیورغ موزوں کیا کرتے تھے
قول ہوانہاں کہ عومر و جام ءَ پالتاں	قول کی اگر کسی نے پاسداری کی تو وہ جام و عومر تھے
داذ ہوانہاں کہ زرزوال ءَ ننگ ءَ کھتاں	جود و سخاوت وہ تھا جو سخی نوذبندگ کر گیا
عشق ہوانہاں کہ لیلو و مجنایا کھتاں	حقیقی عشق وہ تھا جو لیلیٰ اور مجنوں کے درمیاں تھا
من دے گوں گپتاراں حدیثاں گون دیاں	میں بھی اپنے اشعار میں احادیث کا تذکرہ شامل کرتا ہوں17 یا:

من نہ بھلاں کہ عاشقاں رہ پیش داشتغاں

درّک و کرمو او مرید ءَ سحینتغاں18

ترجمہ: میں راہِ راست سے بھٹک نہیں سکتا۔ اس لئیے کہ عشاقِ صادق نے میری رہنمائی کی ہے۔ کرمو کے بیٹے دُرک اور شہ مرید نے مجھے فیض پہنچایاہے۔ مست توکلی کی شاعری پر جام درک کے اثرات واضح نظر آتے ہیں۔ یہ اصل میں ٹی ایس ایلیٹ کی تنقیدی نظریہ " روایت پرستی "کی مثال ہے جو مست توکلی نے برتاہے۔ یہاں روایت سے مراد قدیم شاعروں سے اثر لے کر اپنی انفرادیت کو برقرار رکھنا ہے۔ ٹی ایس ایلیٹ کہتے ہیں کہ روایتیں کبھی بھی ختم نہیں ہوتیں۔ یعنی کوئی بھی شاعر اپنی کلاسیک سے الگ نہیں ہو سکتا۔ تنقید کا یہ رنگ مست توکلی کی شاعری میں ہر جگہ نظر آتا ہے:

تئی زہیر سمو پہر پہ پہری ءَ نوخ باں	سمو تیری یادیں پہر بہ پہر تازہ ہو جاتی ہیں
چو کہیرانی آڑویں آساں روخ باں	کہیر کی تیز آنچ کی طرح جلا ڈالتے ہیں

اسی خیال کو اسی دور کے ایک شاعر جام درک نے اس طرح بیان کیا ہے:

ہجر مناں مُہیلی جنںت پاساں	ہجر کے راتوں کی تاریکی مجھ پر شب خون ڈالتے ہیں
چھو کہیرانی آڑویں آساں	اور کہیر کی تیز آنچ کی طرح جلا ڈالتے ہیں19

مست توکلی اپنے فن کی جڑیں قدیم بلوچی شاعری اور اپنے سے پہلے کے شاعروں سے ملاتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کلاسیکی شاعری کو نہ صرف پسند کرتے ہیں بلکہ کلاسیکی شاعروں کی فنی صلاحیت اور کمال کو بھی تسلیم کرتے ہیں۔ انھوں نے قدیم بلوچی شاعری کے مزاج کو ایک نئے انداز میں بیان کیا ہے، لیکن انھیں نقل نہیں کیا ہے۔ اگر اس حوالے سے دیکھا جائے تو جولیا کریسٹوواکا "بین المتنیت "کا تنقیدی نظریہ ان کی شاعری میں دیکھا جا سکتا ہے۔ بلوچی شاعری کے دوسرے دور کے مغربی علاقوں کے اکثر شعراء عربی اور فارسی زبانوں پر عبور رکھتے تھے، اسی وجہ سے ان کی شاعری میں مذہبی افکار و خیالات کے علاوہ عربی اور فارسی الفاظ بھی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ اس سے نہ صرف بلوچی شاعری کی زبان متاثر ہوئی ہے بلکہ بلوچی زبان کی پاکیزگی بھی متاثر ہوئی ہے۔ بعض اشعار میں فارسی اور عربی کا اس قدر استعمال کیا گیا ہے کہ کوئی پہچان نہیں سکے گا کہ آیا یہ بلوچی نظمیں ہیں یا کسی دوسری زبان کا۔ ان اشعار کے شروع یا آخر میں اس طرح کے خارجی الفاظ شامل کیے گئے ہیں جیسا کہ مُلا فاضل کی یہ نظم ہے:

منکہ سبحان الذی اسری اول یات کناں	منکہ ذاتِ پاک کو سب سے پہلے یاد کرتا ہوں
گوہراں بھرء دھان ءِ وقف آ زات کناں	ان کے لیے گہر جیسے الفاظ وِرد کرتا ہوں
صدق الحق علم الیقین سرءُ خضیات کناں	صدقِ دل اُن پر ایمان لاتا ہوں
نعتِ سردارِ نبیاں مدح و صلواۃ کناں	اور تمام انبیاء کے سردار ہر درود و سلام بھیجتا ہوں20

بلوچی نیم عہدی دور میں عربی اور فارسی لکھنا اور پڑھنا فخر سمجھا جاتا تھا۔ شاید یہ اس زمانے کی شاعری کی ضرورت اور روایت رہی ہو گی کہ اشعار ان خارجی زبانوں الفاظ سے شروع کی جائیں۔ اس لیے ہم اس معاملے میں شاعروں کو مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔ کیونکہ ہر دور کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں اور اس کے اپنے شعری اصول و ضوابط ہوا کرتے ہیں۔ خارجی اور طاقتور

زبانیں اور تہذیبیں کمزور زبانوں اور تہذیبوں پر اپنا اثر چھوڑتی ہیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ زبانیں خود کو پاک کر کے ایسے اثرات سے چھٹکارا پاتی ہیں۔ ''کہا جاتا ہے کہ اس وقت فارسی سرکاری زبان کے طور پر استعمال ہوئی ہے اور نصف سے زیادہ عربی الفاظ فارسی میں استعمال ہوئی ہیں۔ اسی طرح فارسی اور عربی الفاظ نے نظموں میں نہ صرف آرام سے اپنی جگہ بنائی ہے بلکہ اس کا احاطہ اس طرح کیا ہے کہ بلوچی زبان ہی الگ نظر آتی ہے۔ اگر ان چند شاعروں نے بلوچی شاعری نہ کہی ہوتی تو (خدانخواستہ) آج بلوچی زبان گمنامی کی حدوں میں داخل ہو چکی ہوتی۔''21 زبان کی کمزوری اور خارجی الفاظ کے اثرات کے باوجود ملا فاضل کی شاعری میں فنی خوبیاں ہیں جہاں انہوں نے فن کے تمام شعری اصولوں کے تحت تخلیق کاری کی ہے۔ بہت سی جگہوں پر اس نے نصیحت یا داخلیت سے زیادہ خارجیت پر زور دیا ہے۔ لیکن جب وہ داخلی جذبات کا اظہار کرتا ہے تو کوئی دوسرا شاعر وہاں نہیں پہنچ سکتا:

چاردھی ماہ یے دُرپش ایت ماں نیلبوھیں زرءَ	وہ نیل سمندر میں چودھویں چاند کی طرح چمکتی ہے
دل رگامے کہ بند وارت پہ ماھیں کوترءَ	دلِ نادان بادل کی طرح اس ماہ کو تر پر مرمٹتا ہے
شِپنتگ ئِے مگنا یے وتی لوگاریں سرءَ	اور اس نے اپنے سر پر دوپٹہ اوڑھ لیا ہے22

ملا فاضل کے دور میں تنقید کی روایت شاید نہ رہی ہو گی لیکن ادبی اور شاعرانہ ماحول ضرور رہا ہو گا۔ اگر نہیں تو ملا فاضل کو اس دور کے ہزاروں شاعروں میں بڑا شاعر کیوں کہا جاتا ہے؟ یہ دراصل ملا فاضل کا شاعرانہ فن، کمال اور خاصیت ہے جو انہیں اپنے زمانے کے شاعروں میں منفرد مقام دے کر عظیم بناتی ہے۔ ان کے پاس تنقید کی یہ صلاحیت اور علم ضرور تھا کہ شاعری اور عام گفتگو میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ اس لیے انہوں نے سادہ نظمیں لکھنے کے بجائے تشبیہات اور استعارات کا استعمال کیا ہے تاکہ نظم کو عام باتوں سے الگ مقام حاصل ہو۔ وہ شاعری کے فن سے بخوبی واقف تھے اور اشعار کو تشبیہات اور استعاروں میں بیان کرنے کے حامی تھے۔ ایسا بھی نہیں ہے کہ انہوں نے سماجی، تاریخی یا واقعاتی شاعری نہ کہی ہو، ایسی بہت سی نظمیں ہیں جہاں اس نے فن سے زیادہ فکر اور نظریے پر زور دیا ہے۔ ان کی ایسی نظموں میں جمالیات کم، سادگی اور بیانیہ زیادہ نظر آتا ہے۔ ''مُلا فاضل کی شاعری کے کئی موضوعات ہیں۔ انہوں نے دو طرح کی شاعری کی ہے، ایک فکری شاعری ہے جہاں اُس نے فکر پر زیادہ زور دیا ہے، یہ فکری شاعری مذہبی، سماجی، انسان دوستی بھی ہو سکتی ہے۔ قاری کے لیے انہیں سمجھنا مشکل نہیں ہو گا۔''23

شاعری بڑے موضوع کو سمیٹنے اور بیان کرنے کا نام ہے۔ شاعری اس بات کو برداشت نہیں کر سکتی کہ نازک خیالات اور احساسات کے اظہار کے بجائے سخت اور غیر ضروری جذبات کا براہ راست اظہار کیا جائے یا شاعری کے اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہوئے اس کے فن کو پامال کیا جائے یا صرف واقعہ نگاری پر زور دیا جائے۔ مگر مُلا فاضل کو فکری شاعری میں بھی فنی اصول و ضوابط کا خیال تھا۔ ''ملا فاضل کی شاعری سے معلوم ہوتا ہے کہ فن کو مختصراً بیان کرنا چاہیے۔ یہاں بھی ایک حساب سے اشارے اور علامتوں کی بات ہو رہی ہے۔ فاضل کہتے ہیں کہ شاعری کسی چیز کو مکمل طور پر بیان کرنے کا نام نہیں ہے۔ یعنی واقعہ یا بات کو مکمل طور پر بیان نہ کیا جائے۔''24 ملا فاضل کی شاعری کو تنقید کے زمرے میں رکھا جائے تو پتہ

چلتا ہے کہ وہ شاعری سے واقف تھے۔ ان کی شاعرانہ صلاحیت اور کمال ان کے ہم عصر شاعروں سے زیادہ مضبوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ دوسرے شاعروں سے مختلف اور منفرد مقام پر فائز ہیں اور عظیم شاعر کہلانے کے مستحق ہیں۔

خلاصہ بحث

قدیم بلوچی شاعری جسے چاکری عہد کہا جاتا ہے، تنقیدی نظریہ اور جمالیاتی اعتبار سے ایک مضبوط اور منفرد مقام رکھتی ہے۔ اس عہد کی شاعری میں عمرانی تنقید کے ساتھ جمالیاتی تنقید اور تاثراتی تنقید بھی نظر آتی ہے۔ اس دور کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ شعراء واقعاتی اور فکری شاعری کے علاوہ اچھی شعر کہنے کے اصول وضوابط سے بھی واقف تھے اور ان کے ہاں شعر لکھنے کا اصول تھا۔ اگر وہ شاعری کے اصول وضوابط سے بیگانہ ہوتے تو انہیں عظیم رتبہ نصیب نہ ہوتا۔ قدیم بلوچی شعراء نے صرف لفاظی نہیں کی ہے بلکہ الفاظ کی پیکر تراشی اور امیج سازی کی ہے ۔وہ شعری صنعتوں کے استعمال کے ڈھنگ سے اچھی طرح واقف تھے۔ قدیم بلوچی شعراء نے اپنی شاعری میں بیان بازی کی نہیں ہے بلکہ الفاظ کی مدد سے پیکر تراشی اور امیج سازی کی ہے اور وہ شعری صنعتوں کے استعمال سے بخوبی واقف تھے۔ اسی طرح بلوچی نیم عہدی شاعری میں تنقید اور فکر کے بہت سے مکاتب اور دبستان نظر آتے ہیں۔ اس دور کی شاعری بھی موضوعات کے لحاظ سے قدیم شاعری سے آگے ہے۔ تاہم شاعری کی زبان میں خارجی الفاظ کا شامل ہونا اس دور کی ایک بڑی کمزوری تھی کیونکہ اس دور میں ملا شعراء نے اپنی شاعری میں لاتعداد فارسی اور عربی الفاظ شامل کیے ہیں۔ ویسے تو یہ عمل اُس زمانے میں عیوب نہیں تھا، کیونکہ اس عہد کا تقاضا ہی ایسا تھا، اس لئے ہم شعراء کو قصوروار نہیں ٹھہرا سکتے۔ دوسری بات یہ ہے کہ نیم عہدی شعراء نے اپنے قدیم شعراء سے بہت سے اثرات قبول کیے ہیں اور ساتھ اپنی انفرادیت کو برقرار بھی رکھا ہے۔ اسی طرح انہوں نے تنقید کے نت نئے فن اور ہنر سے بھی فائدہ اٹھایا ہے۔ ٹی ایس ایلیٹ کی روایت پرستی کا نظریہ ہو یا جولیا کریسٹوا کی بین المتنیت تنقید، تمام رنگ اس دور کی شاعری کا حسن ہیں۔ نیم عہدی شاعری میں شاید تنقید کی شعوری روایت نہیں رہی ہو گی لیکن شعری ماحول اور شاعری کو سمجھنے کی شعوری کوشش ضرور ہوئی ہو گی۔ یہی وجہ ہے کہ ان دونوں ادوار میں چند ہی شاعر ایسے نظر آتے ہیں جنہوں نے کلاسک اور عظیم شاعر ہونے کا درجہ حاصل کیا ہو۔ یہ دراصل اس تنقیدی احساس اور صلاحیت کا ثبوت ہے جو قدیم شاعری کی تنقیدی روایت میں نظر آتا ہے۔

References

[1] Syed Tanveer Hussain, Urdu Tanqid par Maghrabi tanqid kay Asrat (Patna: Saima publication, 1998), 134

[2] AR Daad, Man Cho Jedetag (Karachi: Syed Hashmi Reference Library,2017), 137

[3] Faqir Shad, Meeras, (Mand: Fazul Adabi Karwan, 2016), 70

[4] Faqir Shad, Meeras 237

[5] Faqir Shad, Meeras 262

[6] AR Daad ,Bunlad, Compiler: Raziq Raj (Panjgur: Izzat Academy, 2022), 33-43

[7] AR Daad, Man Cho Jedetag 116

[8] Sye Hashmi, Balochi zuban o adab ki tarikh: aik jaiza (Karachi: Syed Hashmi Academy, 1986), 80

[9] Dr. Sajjad Baqir Rizvi, Maghrabi tanqid ke usool, (Azhar Sons, 2019), 248-249
[10] Bashir Ahmad Baloch, Durchen, (Quetta, Balochi Academy, 2015), 108
[11] AR Daad Izm, Sachisht, Maana (Kech: Esteen Shengkar, 2015), 74
[12] Bashir Ahmad Baloch, Durchen, 22
[13] Dr. Jameel Jalbi, Aristo se Eliot tak (National Book Foundation, 2015), 180
[14] AR Daad, Man Cho Jedetag 153
[15] Dr. Muhammad Ashraf kamal, Tanqid ka daira kar (Misal Publishers, 2016), 36
[16] AR Daad, Man Cho Jedetag ,122-123.
[17] Mitha Khan Mari, Tawakli Mast (Quetta: Balochi Academy, 1969), 97
[18] Mitha Khan Mari, Tawakli Mast 144
[19] Mitha Khan Mari, Tawakli Mast 36
[20] Bashir Ahmad, Baloch, Shap Chirag, (Quetta: Balochi Academy, 1968), 33
[21] Syed Hashmi Shahlacha Kar (Gwadar: Syed Hashmi Academy, 2013), 22
[22] Faqeer Shad, Drapshuken Suhail (Turbat: Bilal Book Stationers, 2013), 221
[23] AR Daad, Man Cho Jedetag 156-157
[24] AR Daad, Man Cho Jedetag 162